فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاویٰ یسئلونک

آپ کے مسائل کا شرعی حل

رئیس دارالافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

جمعۃ المبارک 28 شوال المکرم 1444 19 مئی 2023

شمارہ 211

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- مشتری کو اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر بیچنا
- حکومت کی طرف سے ممنوعہ اشیاء فروخت کرنا
- کسی کمپنی کی اشیاء خرید نے پر قرعہ اندازی میں شرکت کا حکم
- استحاضہ کا مسئلہ

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

زیر اہتمام: فقہ اکیڈمی کراچی

C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان۔

مشتری کو اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر بیچنا

سوال: ہمارا پراپرٹی کا کام ہے، ہمیں بائع کہتا ہے کہ مجھے میرے فلیٹ کے ایک کروڑ دلوادو، پھر اس میں جتنا زیادہ کا فروخت ہوگا تو اوپر کی رقم آپ رکھ لینا، میں ایگریمنٹ پر دستخط کردوں گا۔ ہم نے اس کا فلیٹ ایک کروڑ پانچ لاکھ کا فروخت کردیا اور ایک کروڑ اس کو دے دیے اور پانچ لاکھ ہم نے رکھ لیے، واضح رہے کہ یہ بات خریدنے والوں سے پوشیدہ تھی۔ سوال یہ ہے کہ یہ پانچ لاکھ رکھنا ہمارے لیے جائز ہے اور یہ رقم حلال ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

جواب: واضح رہے کہ مکان/ پلاٹ/ فلیٹ بکوانے پر کمیشن لینا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ معاملہ کرتے وقت کمیشن پہلے سے متعین ہو، جبکہ سوال میں مذکور صورت میں فلیٹ کی مقررہ قیمت سے زائد ملنے والی رقم کو کمیشن قرار دیا گیا ہے، جو متعین نہیں اور اس کا ملنا یقینی بھی نہیں، لہٰذا اس طرح معاملہ کرنا درست نہیں ہے۔ اگر یوں کرلیا جائے کہ ایک کروڑ سے اوپر کی رقم کے ساتھ ساتھ الگ سے کچھ متعین رقم بھی بطور کمیشن باہم طے کرلی جائے تو یہ صورت جائز ہے۔

"المادة ٥٧٨: لو أعطى أحد ماله للدلال وقال: بعه بكذا دراهم، فإن باعه الدلال بأزيد من ذلك فالفاضل أيضا لصاحب المال، وليس للدلال سوى الأجرة" (مجلة الاحكام العدلية:ص: ١٠٧)

(قوله لجريان العادة إلخ) جواب عن قولهما لا تجوز؛ لأن الأجرة مجهولة.ووجهه أن العادة لما جرت بالتوسعة على الظئر شفقة على الولد لم تكن الجهالة مفضية إلى النزاع، والجهالة ليست بمانعة لذاتها بل لكونها مفضية إلى النزاع" (الدر المختار مع رد المحتار،باب الاجارة الفاسدة:٦/٥٣)

"قلت: والحاصل أن الجهالة اليسيرة عفو في ما جرى به التعامل، لكونها لاتفضي إلى النزاع عادة"۔ (إعلاء السنن، كتاب الاجارة، باب أجر السمسرة:١٦/٢٠٨-ط: إدارة القرآن كراچی)

حکومت کی طرف سے ممنوعہ اشیاء فروخت کرنا

سوال: آج کل حکومت کی طرف سے گٹکا، ماوا، اور چورا وغیرہ کے کھانے اور بیچنے پر پابندی ہے، پھر ان چیزوں کو کھانے اور بیچنے کا کیا حکم ہوگا؟ نیز ان کی آمدن حلال ہے یا حرام؟

جواب: وہ چیزیں جو فی نفسہ مضرِ صحت ہوں اور ہر شخص کے لیے غیر معمولی ضرر کا باعث ہوں اُن کا استعمال اور خرید وفروخت ناجائز ہے۔ وہ چیزیں جو فی نفسہ مضرِ صحت نہ ہوں، بلکہ بعض لوگوں کے لیے مضرِ صحت ہوں، بعض کے لیے نہ ہوں، بعض کے لیے کم مضر ہوں، بعض کے لیے زیادہ، تو ایسی چیزوں کا استعمال اور خرید وفروخت اگر قانوناً ممنوع نہ ہو تو فی نفسہ جائز ہے، اور اگر کسی شخص کو ان چیزوں کے استعمال سے کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو اس کے لیے ان چیزوں کا استعمال ناجائز ہے اور ایسے شخص کو گٹکا فروخت کرنا بھی جائز نہیں۔

گٹکا، ماوا، چورا وغیرہ جیسی اشیاء صحت کے لیے سخت نقصان دہ ہیں، لیکن ہر شخص کے لیے اس قدر غیر معمولی ضرر کا باعث نہیں کہ ان کو حرام کہا جاسکے، تاہم چونکہ حکومت نے ان کی خرید وفروخت پر پابندی لگا رکھی ہے، اور حکومت کے جائز قوانین کی پابندی واجب ہے، لہٰذا گٹکا ماوا کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ اگر پابندی کے باوجود کوئی فروخت کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا، تاہم اس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا۔

«والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع».(الدر المختار مع رد المحتار،باب البيع الفاسد:٥/ ٦٩)

"قلت: فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالتتن، فتنبه،وقد كرهه الشيخ العمادي الحاقا له بالثوم والبصل بالأولى فتدبر اهـ من الدر من كتاب الأشربة، ونقل قبله عن النجم الغزى الشافعي أن حدوثه بدمشق سنة خمس عشرة بعد الألف، يدعى شاربه أنه لا يسكر، وإن سلم له فإنه مفتر وحرام؛ لحديث أحمد عن أم سلمة قالت: نهي رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر، قال: وليس من الكبائر تناول المرة والمرتين ،ومع نهي ولي الأمر عنه يحرم قطعا، على أن استعمال مثله ربما أضر بالبدن نعم الإضرار عليه كبيرة كسائر الصغائر اهـ"(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح،باب ما يفسد به الصوم:١/٦٦٥)

" وفي الأشباه في قاعدة: الأصل الإباحة أو التوقف، ويظهر أثره فيما أشكل حاله كالحيوان المشكل أمره والنبات المجهول. قلت: فيفهم منه حكم النبات الذي شاع في زماننا المسمى بالتتن فتنبه، وقد كرهه شيخنا العمادي في هديته (قوله: ربما أضر بالبدن) الواقع أنه يختلف باختلاف المستعملين ط (قوله: فيفهم منه حكم النبات) وهو الإباحة على المختار أو التوقف. وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره وتفتيره وإضراره، وإلا لم يصح إدخاله تحت القاعدة المذكورة، ولذا أمر بالتنبه" (الدر المختارمع رد المحتار، كتاب الأشربة:٦/ ٤٦٠)

«قلت: وألف في حله أيضا سيدنا العارف عبد الغني النابلسي رسالة سماها (الصلح بين الإخوان في إباحة شرب الدخان) وتعرض له في كثير من تآليفه الحسان، وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة، فإنهما حكمان شرعيان لا بد لهما من دليل، ولا دليل على ذلك، فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره، بل ثبت له منافع، فهو داخل تحت قاعدة الأصل في الأشياء الإباحة، وأن فرض إضراره للبعض لا يلزم منه تحريمه على كل أحد، فإن العسل يضر بأصحاب الصفراء الغالبة، وربما أمرضهم مع أنه شفاء بالنص القطعي، وليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى بإثبات الحرمة أو الكراهة اللذين لا بد لهما من دليل، بل في القول بالإباحة التي هي الأصل، وقد توقف النبي - صلى الله عليه وسلم - مع أنه هو المشرع في تحريم الخمر أم الخبائث حتى نزل عليه النص القطعي، فالذي ينبغي للإنسان إذا سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه أو لا كهذا العبد الضعيف وجميع من في بيته أن يقول هو مباح، لكن رائحته تستكرهها الطباع؛ فهو مكروه طبعا لا شرعا إلى آخر ما أطال به - رحمه الله تعالى -، وهذا الذي يعطيه كلام الشارح هنا حيث أعقب كلام شيخنا النجم بكلام الأشباه وبكلام شيخه العمادي، وإن كان في الدر المنتقى جزم بالحرمة، لكن لا لذاته بل لورود النهي السلطاني عن استعماله ويأتي الكلام فيه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأشربة:٦/ ٤٥٩)

کسی کمپنی کی اشیاء خریدنے پر قرعہ اندازی میں شرکت کا حکم

سوال: صابن کمپنی والے فی صابن ۵۰ روپے میں بیچتے ہیں، اور یہ اعلان کرتے ہیں کہ جو لوگ ہماری کمپنی کا صابن خریدیں، وہ اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ہمارے پاس بھیجیں، پھر ہم قرعہ اندازی کریں گے، جس کا نام اس قرعہ اندازی میں نکلے گا، ہم اس کو گراں قدر انعام دیں گے، مثلاً: عمرے کا ٹکٹ، موٹرسائیکل وغیرہ، سوال یہ ہے کہ کیا یہ شرعًا جائز ہے؟ صابن خریدنا کیسا ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

جواب: رقم داؤ پر لگائے بغیر کسی کمپنی یا ادارے کی طرف سے انعامات کی تقسیم بذریعہ قرعہ اندازی کا اعلان ہو اور واقعتاً اس قرعہ اندازی کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ بھی نہ کیا گیا ہو، اسی طرح یہ قرعہ اندازی کسی غیر معیاری چیز کی ترویج کا ذریعہ نہ ہو اور خریدنے والے نے وہ چیز اپنی ضرورت کے لیے ہی خریدی ہو انعام کے لالچ میں نہ خریدی ہو تو ایسی قرعہ اندازی جائز ہے اس کے ذریعے ملنے والا انعام وصول کرنا بھی جائز ہے۔ البتہ اگر قرعہ اندازی کے ٹوکن خریدے جاتے ہوں اور انعام نہ نکلنے کی صورت میں ٹوکن یا جمع شدہ رقم ضائع ہوجاتی ہو تو ایسی قرعہ اندازی ناجائز ہے، حرام ہے کیونکہ یہ صریح قمار یعنی جوا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں صابن کمپنی کی قرعہ اندازی میں مذکورہ شرائط پائی جائیں تو اس کمپنی سے صابن خرید کر قرعہ اندازی میں شریک ہونا جائز ہے۔

وإن النوع الأول من هذه الجوائز غالباً ما تمنح على أساس القرعة ونحوها، لمشترى بضاعة مخصوصة أو منتج مخصوص؛ فإن كثيراً من التجّار يعلنون جوائز يوزّعونها على جملة منتخبة من المشترين، الذين يشترون بضاعتهم، ويقع انتخاب المجازين إمّا عن طريق القرعة، أو على أساس أرقام الكوبونات التى توضع مع البضاعة. فمن اشترى بضاعة حصل على كوبون، فلو وافق كوبونه الرقم المنتخب للجائزة، استحق أن يحوز الجائزة المخصّصة لذلك الرقم. وان حكم مثل هذه الجوائز أنها تجوز بشروط: الشّرط الأوّل: أن يقع شراء البضاعة بثمن مثله، ولا يزاد فى ثمن البضاعة من أجل احتمال الحصول على الجوائز؛ وهذا لأنه إن زاد البائع على ثمن المثل، فالمقدارالزّائد إنما يدفع من قبل المشترى مقابل الجائزة المحتملة، فصارت الجائزة

بمقابل مالىّ فلم تبق تبرعاً، وإن هذا المقابل المالىّ إنما وقع بالمخاطرة، فصارت العمليّة قماراً. أمّا إذا بيعت البضاعة بثمن مثلها، فإن المشترى قد حصل على عوض كامل للثّمن الذى بذله، ولم يخاطر بشيئ، فالجائزة التى يحصل عليها جائزة بدون مقابل، فيدخل فى التبرّعات المشروعة .الشرط الثانى: أن لا تتخذ هذه الجوائز ذريعة لترويج البضاعات المغشوشة؛ لأن الغش والخداع حرام لايجوز بحال. الشرط الثالث: أن يكون المشترى يقصد شراء المنتج للانتفاع به، ولا يشتريه لمجرد مايتوقع من الحصول على الجائزة؛ لأنه إن لم يكن يقصد شراء المنتج، فإن ما يبذله من الثّمن، إنما يبذله من أجل الجائزة، فكأن فيه شبهة المخاطرة، فلايخلومن شبهة القمار.(بحوث فى قضايا فقهية معاصرة،١٥٨/٢)

استحاضہ کا مسئلہ

سوال: ایک سوال کا جواب درکار ہے، مجھے حمل کے بعد سے ماہواری نو سے بارہ دن رہتی ہے، پچھلے دو سال سے اتنے دن تک خون آتا ہے، کبھی سات دن میں بھی ختم ہوجاتی ہے، لیکن عموماً نو سے بارہ دن چل رہے ہیں۔ روزے اور نماز کا کیا حکم ہو گا، اس حوالے سے رہنمائی فرمادیں۔ اگر چودہ دن تک ماہواری کا خون آرہا ہے تو کیا میں چودہ دن تک نماز روزہ نہیں کرسکتی؟

جواب: ماہواری کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ دس دن سے اوپر جو خون آئے وہ استحاضہ (بیماری) کا خون ہوتا ہے۔ استحاضہ کے دنوں میں عورت نماز روزہ سب عبادات ادا کرے گی، اور جب تک خون آتا رہے گا ہر نماز کا وقت داخل ہونے پر نیا وضو کرے گی، اور اس وقت کے ختم ہونے تک اسی وضو سے نماز، تلاوت سب کرسکتی ہے، بشرطیکہ وضو توڑنے کے اسباب میں سے کوئی اور سبب پیش نہ آئے۔ ایک نماز کا وقت ختم ہوتے ہی وضو بھی ختم ہوجائے گا، دوسری نماز کے لیے دوبارہ وضو کرنا ضروری ہو گا۔

دس دن کے اندر جو خون آئے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خون دس دن یا اس سے پہلے رُک جائے تو سارے دن حیض کے دن شمار ہوں گے، اور اگر کسی ماہ خون دس دن سے اوپر چلا جائے تو دیکھیں گے کہ پچھلے ماہ کتنے دن خون آیا تھا، اگر پچھلے ماہ نو دن خون آیا تھا تو اس ماہ نو دن حیض کے دن شمار ہوں گے، اگر پچھلے ماہ سات دن آیا تھا تو اس ماہ سات دن حیض کے شمار ہوں گے، باقی دن استحاضہ کے شمار ہوں گے۔ ایسے ہی اگر ایک مہینے نو دن خون آیا، اگلے کئی مہینے بارہ دن آیا تو ان تمام مہینوں میں نو دن حیض کے دن شمار ہوں گے، باقی تین دن استحاضہ کے دن شمار ہوں گے۔

"فان لم يجاوز العشرة فالطهر والدم كلاهما حيض سواء كانت مبتدأة او معتادة، وان جاوز العشرة ففى المبتدأة حيضها عشرة ايام، وفى المعتادة معروفتها فى الحيض حيض والطهر طهر"(الفتاوى الهندية،الباب السادس فى الدماء المختصة بالنساء،الفصل الاول فى الحيض: ١/٣٧)

(والزائد) على أكثره أو أكثر النفاس أو على العادة وجاوز أكثرهما. (وما تراه) صغيرة دون تسع على المعتمد وآيسة على ظاهر المذهب (حامل) ولو قبل خروج أكثر الولد (استحاضة.) (قوله والزائد على أكثره) أي في حق المبتدأة، أما المعتادة فما زاد على عادتها ويجاوز العشرة في الحيض والأربعين في النفاس يكون استحاضة كما أشار إليه بقوله أو على العادة إلخ. أما إذا لم يتجاوز الأكثر فيهما، فهو انتقال للعادة فيهما، فيكون حيضا ونفاسا, رحمتي "(الدر المختار مع رد المحتار،باب الحيض:١/٢٨٥)

ختم شد